ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3903

Program: BS Islamic Studies (Spec. Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: حقوق الرسول (3903) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص سیرت سٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ 5-9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: نصرتِ رسول ﷺ — شرعی مفہوم اور عصرِ حاضر میں عملی صورتیں

سوال نمبر 1۔ نصرتِ رسول ﷺ کا شرعی مفہوم بیان کرتے ہوئے عصرِ حاضر میں اس کی عملی صورتوں کی وضاحت کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

نصرتِ رسول ﷺ حقوقِ رسول کے اہم ترین حقوق میں سے ہے۔ یہ وہ حق ہے جو محبت اور ایمان کو میدانِ عمل میں اتارتا ہے، کیونکہ زبان سے محبت کا دعویٰ کرنا آسان ہے مگر رسول اور اس کے مشن کی مدد و حمایت میں کھڑا ہونا اس وفاداری ہے۔ صدرِ اسلام میں انصارِ مدینہ اسی نصرت کی روشن مثال ہیں، اور قرآن نے قیامت تک کے مسلمانوں کو اسی فریضے کی طرف بلایا ہے۔ اس جواب میں نصرت کا لغوی و شرعی مفہوم، اس کی سیرتی مثالیں، اور پھر عصرِ حاضر میں اس کی عملی صورتیں حکمت و قانون کے دائرے میں رہ کر بیان کی جائیں گی۔

نصرت کا لغوی مفہوم

"نصرت" عربی لفظ "ن ص ر" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں: مدد کرنا، حمایت کرنا، کسی مظلوم یا کمزور فریق کی طرف سے مقابلہ کر کے اسے غالب آنے میں مدد دینا۔ لغت کے اعتبار سے نصرت عام مدد (اِعانت) سے آگے کا درجہ رکھتی ہے: اعانت میں صرف کسی کام میں ہاتھ بٹانا ہوتا ہے، جبکہ نصرت میں مخالفت یا مشکل کے مقابلے میں ساتھ کھڑے ہونا، حوصلہ دینا اور وسائل فراہم کرنا شامل ہوتا ہے۔ اسی سے "انصار" کا لفظ بنا جو ان مدنی مسلمانوں کا لقب ہوا جنہوں نے نبی کریم ﷺ اور مہاجرین کی ہر طرح سے مدد کی۔ لفظ نصرت کا یہ پس منظر بتاتا ہے کہ نصرتِ رسول محض خیر خواہی کا جذبہ نہیں بلکہ مشکل وقت میں عملی ساتھ دینے کا نام ہے۔

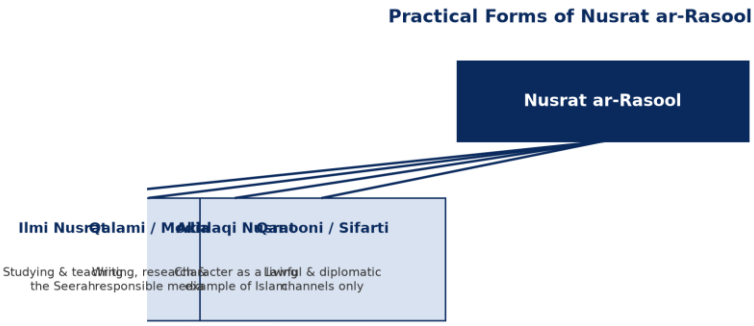
نصرتِ رسول ﷺ کا شرعی مفہوم

شرعی اصطلاح میں نصرتِ رسول سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اپنے ایمان، مال، علم، قلم، زبان، کردار اور سماجی اثر و رسوخ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی رسالت، آپ کی تعلیمات اور آپ کے مشن (دینِ اسلام کی سربلندی اور انسانیت کی ہدایت) کی حمایت و مدد کرے، آپ کی دعوت کی راہ میں آنے والی علمی و اعتقادی رکاوٹوں کو حکمت سے دور کرے، اور آپ کی ناموس و تعلیمات کی حفاظت کے لیے پرامن و قانونی ذرائع سے اپنا کردار ادا کرے۔ قرآن میں متعدد مقامات پر اس مضمون کی طرف رہنمائی ملتی ہے: سورہ محمد (47:7) کے مفہوم کے مطابق جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد کرے گا اور اس کے قدم جما دے گا۔ سورہ الاعراف (7:157) میں اہلِ ایمان کی

صفات میں یہ بھی گنوایا گیا ہے کہ وہ نبی پر ایمان لاتے ہیں، ان کی تعظیم کرتے ہیں، ان کی نصرت کرتے ہیں اور اس نور (قرآن) کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ نازل ہوا۔ سورہ الصف (61:14) میں مومنوں کو اللہ کے مددگار (انصار اللہ) بننے کی دعوت دی گئی ہے، جس طرح حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت کا اعلان کیا تھا۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ نصرتِ رسول ایمان کی عملی شرط میں شامل اور عند اللہ پسندیدہ عمل ہے۔

سیرتِ طیبہ میں نصرت کی مثالیں

سیرت میں نصرت کی مثالیں زندگی کے ہر رنگ میں ملتی ہیں۔ مکی دور میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مال و جان سے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مال، حوصلے اور اعتماد سے اور بنو ہاشم نے قبائلی حمایت سے نصرت کی۔ مدنی دور میں انصار نے "نقیب" منتخب کر کے بیعتِ عقبہ ثانیہ میں نصرت کا باضابطہ عہد کیا، پھر ہجرت کے بعد اپنے گھر، مال اور کاروبار مہاجرین کے ساتھ بانٹ کر نصرت کو عملی شکل دی۔ دفاعی معرکوں میں صحابہ نے جان کی بازی لگا کر نصرت کی، جبکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسے شعراء نے زبان و قلم سے رسول کا دفاع کر کے قلمی نصرت کی مثال قائم کی، اور نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے دعا بھی فرمائی (بخاری و مسلم میں اس مضمون کی روایات موجود ہیں)۔ ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرت ایک ہی صورت تک محدود نہیں؛ جس کے پاس جو وسیلہ ہو، وہ اسی سے نصرت کر سکتا ہے۔



شکل: عصرِ حاضر میں نصرتِ رسول ﷺ کی عملی صورتیں

عصرِ حاضر میں نصرتِ رسول کی عملی صورتیں

علمی و تعلیمی نصرت

آج کے دور میں نصرت کی سب سے بنیادی صورت علمی ہے۔ سیرت کا مطالعہ کرنا، اسے اپنے گھر اور اداروں میں پڑھانا، بچوں اور نوجوانوں کو سیرت سے جوڑنا، سیرت کانفرنسیں اور سیمینار منعقد کرنا، اور دنیا کی زبانوں میں معیاری سیرت لٹریچر تیار کرنا علمی نصرت ہے۔ جہالت دورِ حاضر کی سب سے بڑی کمزوری ہے؛ جب مسلمان خود اپنے نبی کی سیرت سے واقف نہ ہو تو نہ وہ اس کی نمائندگی کر سکتا ہے نہ اس کا دفاع۔ لہٰذا ہر استاد، عالم، لکھاری اور والدین کی سطح پر سیرت کی تعلیم ہی نصرت کی بنیاد ہے۔

قلمی، ابلاغی اور تحقیقی نصرت

دوسری بڑی صورت قلم اور میڈیا کی نصرت ہے۔ اخبارات، کتب، ڈاکومینٹریز، ڈیجیٹل پلیٹ فارم اور سوشل میڈیا پر سیرت کا درست، مستند اور پرکشش تعارف پیش کرنا، غلط معلومات کا مدلل علمی جواب دینا، اور اسلام کے پیغامِ رحمت کو اجاگر کرنا آج کی "نصرت" کا ایک اہم میدان ہے۔ اس میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ جھوٹی یا غیر مستند روایات نہ پھیلائی جائیں، لہجہ مہذب و مدلل ہو اور جواب جذبات کے بجائے تحقیق پر مبنی ہو، کیونکہ بے بنیاد مواد سیرت کی خدمت کے بجائے اسے نقصان پہنچاتا ہے۔

اخلاقی و کرداری نصرت

تیسری صورت کردار کی نصرت ہے۔ ہر مسلمان اپنے محلے، دفتر اور کاروبار میں سیرت کا چلتا پھرتا تعارف ہے۔ سچائی، دیانت، وعدے کی پابندی، پڑوسیوں کے حقوق، خدمتِ خلق اور رویے کی نرمی اپنا کر مسلمان دنیا کو بتاتا ہے کہ اس کے نبی نے کیسا انسان بنانا سکھایا تھا۔ اس کے برعکس بد دیانتی اور بداخلاقی سیرت کی بدنامی کا سبب بنتی ہے۔ اس اعتبار سے کردار کی نصرت خاموش مگر سب سے گہرا اثر رکھنے والی نصرت ہے۔

اجتماعی، قانونی اور سفارتی نصرت

چوتھی صورت اجتماعی سطح کی ہے: رفاہی ادارے بنا کر انسانیت کی خدمت کرنا، قدرتی آفات میں غیر مسلموں تک امداد پہنچانا، بین المذاہب مکالمے میں اسلام کا تعارف پیش کرنا، اور ناموسِ رسالت جیسے حساس معاملات میں سرامن احتجاج، قانونی چارہ جوئی اور سفارتی ذرائع استعمال کرنا۔ یہاں یہ اصول پھر دہرانا ضروری ہے کہ قانون کا نفاذ ریاست کا اختیار ہے؛ انفرادی یا ہجوم کی کارروائی نصرت نہیں بلکہ شریعت و قانون دونوں کی خلاف ورزی ہے اور اس سے اسلام کا نام بدنام ہوتا ہے۔ حقیقی نصرت وہی ہے جو حکمت، صبر اور قانون کے دائرے میں ہو۔

بدول: عصرِ حاضر میں نصرتِ رسول ﷺ کی صورتوں کا خلاصہ

صورتِ نصرت	وسائل	مثال
علمی نصرت	مطالعہ، تدریس، نصاب، کتب	سیرت کورسز، بچوں کے لیے سیرت لٹریچر
قلمی و میڈیا نصرت	قلم، تحقیق، ڈیجیٹل میڈیا	مستند مضامین، ڈاکومینٹری، سوشل میڈیا آگاہی
اخلاقی نصرت	کردار و عمل	دیانت داری، خدمتِ خلق، حسنِ سلوک
معاشی نصرت	مال کی قربانی	دعوتی و رفاہی اداروں کی مالی معاونت
قانونی و سفارتی نصرت	پرامن قانونی ذرائع	عدالتی چارہ جوئی، سفارتی موقف، قانونی آگاہی

نصرت کے شرعی آداب و حدود

نصرت کے لیے چند اصول یاد رکھنا ضروری ہیں: (1) نیت خالصتاً للہ ہو، شہرت یا گروہی عصبیت نہ ہو۔ (2) وسیلہ بھی حلال اور جائز ہو؛ غلط وسیلے سے دین کی خدمت کا دعویٰ ہو سکتا ہے، حقیقت نہیں۔ (3) حکماء و علماء کی رہنمائی حاصل کی جائے، خصوصاً حساس معاملات میں۔ (4) صبر و حکمت کو مقدم رکھا جائے؛ قرآن نے دعوت کا طریقہ حکمت

اور اچھی نصیحت بتایا ہے (النحل 16:125 کے مفہوم میں)۔ (5) کسی بے گناہ کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور املاک و امنِ عامہ کو نقصان نہ ہو۔ ان اصولوں کے ساتھ کی گئی نصرت ہی سیرت کے مزاج کے مطابق اور دیرپا ثمرات کی حامل ہوتی ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ نصرتِ رسول ﷺ کا شرعی مفہوم رسول کی رسالت، تعلیمات اور مشن کی ہر جائز وسیلے سے مدد و حمایت ہے، جسے قرآن (محمد 47:7، الاعراف 7:157، الصف 61:14) نے ایمان کی صفات میں گنوایا اور سیرت میں انصار و مہاجرین نے اس کی عملی مثال پیش کی۔ عصرِ حاضر میں اس کی صورتیں علمی تعلیم، قلمی و میڈیا تحقیق، کردار سازی، مالی تعاون اور پرامن قانونی و سفارتی کردار ہیں۔ شرط یہ ہے کہ نصرت خلوص، حکمت اور قانون کے دائرے میں ہو؛ جذباتی اور غیر قانونی ردعمل نصرت نہیں کہلاتا۔ جو مسلمان اپنے علم، قلم، مال اور کردار سے رسول کے مشن کا مددگار بنتا ہے وہی اس حق کو حقیقی معنوں میں ادا کرتا ہے۔

سوال نمبر 2: صلاۃ و سلام — شرعی حکم، فضائل و ثمرات

سوال نمبر 2۔ قرآن و سنت کی روشنی میں صلاۃ و سلام کا شرعی حکم اور اس کے فضائل و ثمرات تحریر کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

صلاۃ و سلام، یعنی نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا، حقوقِ رسول میں وہ خوشبو دار عمل ہے جو ہر مسلمان کی روزمرہ زندگی کا حصہ ہے۔ نماز کے تشہد سے لے کر اذان کے بعد کی دعا تک، جمعہ کے دن کی کثرت سے لے کر مجلس کے اختتام تک، درود و سلام کی تلقین قرآن و سنت میں بکثرت آئی ہے۔ یہ عمل محض رسم نہیں بلکہ اللہ کے حکم کی تعمیل، محبت کا اظہار اور بے شمار رحمتوں کے نزول کا ذریعہ ہے۔ اس جواب میں پہلے صلاۃ و سلام کا مفہوم، پھر اس کا شرعی حکم اور اس کے مواقع، اور آخر میں اس کے فضائل و ثمرات تفصیل سے بیان کیے جائیں گے۔

صلاۃ وسلام کا مفہوم

"صلاۃ" کا لغوی معنی دعا ہے۔ جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کا مفہوم رحمت فرمانا اور ثنا بیان کرنا لیا جاتا ہے، جب فرشتوں کی طرف ہو تو اس سے مراد دعائے رحمت واستغفار ہے، اور جب مومنوں کی طرف ہو تو اس کا مطلب نبی کریم ﷺ کے لیے رحمت، بلندیِ درجہ اور تعظیم کی دعا کرنا ہے۔ اہلِ لغت اور مفسرین نے یہی تین جہتیں سورہ الاحزاب کی آیت (33:56) کی تشریح میں بیان کی ہیں۔ "سلام" کے معنی ہیں سلامتی، عیب سے برأت اور تحیت؛ نبی ﷺ پر سلام بھیجنے کا مطلب اللہ سے دعا ہے کہ آپ کو ہر نقص و آفت سے سلامت رکھے اور آپ پر سلامتی نازل فرمائے۔ یوں درود و سلام دراصل اللہ سے یہ التجا ہے کہ وہ اپنے محبوب کی عظمت میں مزید اضافہ فرمائے اور ہمیں آپ کی نسبت سے خیر عطا کرے۔

صلاۃ وسلام کا شرعی حکم

صلاۃ وسلام کی شرعی بنیاد قرآن کی صریح آیت ہے۔ سورہ الاحزاب (33:56) کے مفہوم کے مطابق اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلاۃ بھیجتے ہیں، اور اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔ یہ خطاب امر (حکم) کے صیغے میں ہے، اسی لیے علماء نے درود شریف کو شرعی طور پر مطلوب و مشروع قرار دیا ہے۔ حکم کی دقیق نوعیت (عمر بھر میں کم از کم ایک بار واجب ہونے، یا نامِ مبارک سننے پر، یا ہر مجلس میں) میں فقہاء کی آراء میں جزوی اختلاف موجود ہے، جن کا اجمالی خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے ایک قول کے مطابق زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے، بعض کے نزدیک جب بھی آپ کا نام آئے اس مجلس میں درود پڑھنا چاہیے، اور نماز کے آخری تشہد میں درود پڑھنے کے بارے میں امام شافعی وغیرہ کا موقف وجوب کا ہے جبکہ دیگر ائمہ اسے سنتِ مؤکدہ قرار دیتے ہیں۔ اس گائیڈ کا مقصد تعلیمی جائزہ ہے؛ کسی عملی مسئلے میں فقہی رہنمائی کے لیے مستند علماء سے رجوع کرنا چاہیے۔ البتہ اس پر سب متفق ہیں کہ کثرت سے درود پڑھنا انتہائی محبوب، موجبِ اجر اور ہر دور میں مسلمانوں کا شعار رہا ہے۔

صلاۃ وسلام کے مسنون مواقع وصورتیں

سنت نے درود وسلام کے کئی مواقع متعین کیے ہیں۔ نماز میں آخری تشہد کے بعد درودِ ابراہیمی پڑھا جاتا ہے جس کی تعلیم خود نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے سوال پر دی (بخاری و مسلم)۔ اذان سننے کے بعد درود پڑھ کر آپ ﷺ کے لیے وسیلے کی دعا کرنے کی فضیلت مسلم شریف کی روایت میں آئی ہے۔ جمعہ کے دن اور جمعرات کی رات کثرت سے درود پڑھنے کی ترغیب سنن ابی داؤد وغیرہ میں مذکور ہے۔ دعا کے آغاز اور اختتام پر درود پڑھنا قبولیت کی امید بڑھاتا ہے۔ جب بھی آپ ﷺ کا نامِ مبارک سنایا لیا جائے تو درود وسلام کہنا ادب بھی ہے اور حکم کی تعمیل بھی۔ صبح وشام کے اذکار، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعاؤں اور روضۂ اطہر کی زیارت کے آداب میں بھی سلام پیش کرنا شامل ہے۔ صیغوں میں مختصر طور پر "صلی اللہ علیہ وسلم" کہنا بھی کافی ہے اور نماز والا درود افضل صورت سمجھا جاتا ہے۔



شکل: ایک درود کے بدلے حاصل ہونے والی برکات (صحیح مسلم کی روایت کے مفہوم کی روشنی میں)

صلاۃ وسلام کے فضائل

احادیث میں درود وسلام کے بے شمار فضائل آئے ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت کا مفہوم ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند کیے جاتے ہیں — یعنی ایک مختصر عمل کے بدلے سہ گنا انعام ملتا ہے۔ ترمذی کی روایت کے مفہوم کے مطابق قیامت کے دن لوگوں میں آپ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب وہ ہو گا جو دنیا میں سب سے زیادہ درود پڑھتا ہو گا۔ ایک اور معروف روایت (ترمذی) میں ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں اپنی دعا کا بڑا حصہ درود کے لیے مقرر کر دوں؟ تو ارشاد ہوا، مفہوم یہ ہے کہ اس صورت میں تمہارے غم کفایت کر دیے جائیں گے اور گناہ بخش

دیے جائیں گے۔ اس کے برعکس جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر ہو اور وہ درود نہ پڑھے اسے "بخیل" کہا گیا ہے (ترمذی کے مفہوم کے مطابق)، اور ایک روایت میں ایسے شخص کے لیے بد نصیبی کی وعید بھی آئی ہے۔ فرشتوں کا درود پہنچانا اور جوابِ سلام کا مضمون بھی روایات (ابی داؤد و نسائی وغیرہ) میں آیا ہے کہ اللہ کے سیاح فرشتے امت کے سلام آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔

جدول: صلاۃ وسلام کے نمایاں فضائل و ثمرات

قسم	ماخذ (مفہوم)	فضیلت / ثمرہ
روحانی	صحیح مسلم	ایک درود پر دس رحمتیں، دس گناہ معاف، دس درجے بلند
اخروی	ترمذی	قیامت میں نبی ﷺ سے قرب
دنیوی و اخروی	ترمذی	غموں کی کفایت اور مغفرت کی بشارت
روحانی	ترمذی و دیگر کتبِ حدیث	دعا کی قبولیت کی امید میں اضافہ
روحانی	ابو داؤد، نسائی	فرشتوں کے ذریعے سلام کا پہنچایا جانا
قلبی	عمومی تجربہ و ارشادات	محبتِ رسول میں اضافہ اور ذکر کی برکت
اخلاقی	ترمذی	بخل کی صفت سے نجات (درود نہ پڑھنے والا بخیل قرار پایا)

صلاۃ وسلام کے ثمرات

فضائل کے ساتھ درود وسلام کے عملی ثمرات بھی نمایاں ہیں۔ قلبی ثمرہ یہ ہے کہ ذکرِ رسول سے محبت تازہ ہوتی ہے، دل کو سکون ملتا ہے اور گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اخلاقی ثمرہ یہ ہے کہ درود پڑھنے والا شخص زبان کی حفاظت کرتا ہے، ادب سیکھتا ہے اور سیرت کے مطالعے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ سماجی ثمرہ یہ ہے کہ گھروں اور محفلوں میں ذکرِ خیر کا ماحول بنتا ہے، بچے بچپن سے رسول سے جڑ جاتے ہیں اور امت کا باہمی ربط مضبوط ہوتا ہے۔ اخروی ثمرہ شفاعت کی امید، درجات کی بلندی اور نبی کریم ﷺ کی صحبت کا شرف ہے۔ یوں درود وسلام حقوقِ رسول کا وہ حسین ترین حصہ ہے جو بندے کو دنیا میں سکون اور آخرت میں قرب عطا کرتا ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ صلاۃ وسلام کا مفہوم نبی کریم ﷺ کے لیے رحمت، بلندیِ مرتبہ اور سلامتی کی دعا ہے، جس کا حکم قرآن (الاحزاب 33:56) میں صراحت کے ساتھ آیا ہے اور امت نے ہمیشہ اسے محبت سے اپنایا ہے؛ حکم کی جزئی فقہی تفصیل اہلِ علم سے حاصل کی جاتی ہے۔ اس کے فضائل میں دس رحمتوں کا نزول، گناہوں کی معافی، درجات کی بلندی، قیامت میں قربِ نبوی اور دنیا میں غموں کی کفایت شامل ہیں (مسلم، ترمذی و دیگر کتب کے مفاہیم)۔ اس کے ثمرات قلبی سکون، اخلاقی سدھار اور سماجی ربط کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ مسلمان کے لیے مناسب ہے کہ وہ درود کو روزمرہ معمول بنائے، بالخصوص جمعہ کے دن اس کی کثرت کرے اور نامِ مبارک سن کر کبھی درود سے غافل نہ ہو۔

سوال نمبر 3: نبی اکرم ﷺ اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ادب واحترام کے شرعی احکام

سوال نمبر 3۔ نبی اکرم ﷺ اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ادب واحترام کے شرعی احکام بیان کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

ادب و احترام اسلام کی روح ہے، اور سب سے بڑا ادب نبی کریم ﷺ کا ادب ہے۔ قرآن مجید نے نہ صرف آپ ﷺ کی اطاعت و محبت کا حکم دیا بلکہ آپ کی بارگاہ کے آداب بھی خود سکھائے: آواز کی پستی، گفتگو کا سلیقہ، نام کا احترام اور حجرے کے باہر انتظار کی تعلیم، یہ سب اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات، جو امت کی مائیں (امہات المؤمنین) ہیں، ان کا احترام بھی شریعت کا تقاضا ہے۔ اس جواب میں پہلے آپ ﷺ کے ادب و احترام کے شرعی احکام، پھر امہات المؤمنین کے مقام و احترام کے احکام بیان کیے جائیں گے۔ واضح رہے کہ ان احکام کی حتمی فقہی و اعتقادی توضیح مستند علماء کا کام ہے؛ یہاں تعلیمی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ادب کی اہمیت: ایک بنیادی اصول

اہلِ علم نے لکھا ہے کہ دین کی بنیادوں میں ادب کو غیر معمولی مقام حاصل ہے؛ بعض بزرگوں کا قول مشہور ہے کہ ادب کے بغیر علم و عمل کا ثمرہ مکمل نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ادب ہی وہ ظرف ہے جس میں ایمان، محبت اور اطاعت پروان چڑھتے ہیں۔ جس دل میں نبی کریم ﷺ کی عظمت جاگزیں ہو، اس کی زبان، نگاہ اور رویہ خود بخود محتاط ہو جاتا ہے۔ قرآن نے اس اصول کو یوں سمجھایا ہے کہ رسول کی تعظیم و توقیر اور ان کی نصرت کو ایمان والوں کی صفات میں شمار کیا (الاعراف 7:157 کے مفہوم میں) اور سورہ الفتح (48:9) میں بھی اللہ و رسول پر ایمان کے ساتھ رسول کی تعزیر و توقیر کا ذکر آیا ہے۔ ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ ادبِ رسول عقیدے و عمل دونوں کا حصہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے ادب و احترام کے شرعی احکام

گفتگو اور حاضرِ بارگاہ ہونے کے آداب

سورہ الحجرات (49:2) کے مفہوم کے مطابق مومنوں کو حکم ہے کہ اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کریں اور آپ سے اس طرح زور سے نہ بولیں جیسے آپس میں بولتے ہیں، ورنہ اعمال ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ اگلی آیت (49:3) میں جو لوگ نبی کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں ان کے لیے تقویٰ کے امتحان میں کامیابی اور مغفرت و اجرِ عظیم کی بشارت ہے۔ سورہ الحجرات (49:4-5) میں ان لوگوں کی مذمت آئی ہے جو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اور صبر سے انتظار کی فضیلت بتائی گئی ہے۔ سورہ النور

(24:63) کے مفہوم کے مطابق رسول کو اس طرح پکارنے سے منع کیا گیا ہے جیسے عام لوگ ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ ان آیات کا دائمی سبق یہ ہے کہ نبی ﷺ کا نام و ذکر عظمت کے ساتھ ہو، خطاب میں ادب کے القاب (نبی، رسول، سیدنا) استعمال ہوں اور آپ سے نسبت رکھنے والی کسی بات میں بے ادبی کا شائبہ نہ ہو۔ آپ ﷺ کی حیاتِ دنیاوی کے بعد یہ آداب آپ کی احادیث، سیرت [illegible] اور ذکرِ مبارک کے مواقع پر برقرار رہتے ہیں۔

ذکر، احادیث اور مقاماتِ مقدسہ کے آداب

ادب کے احکام کا دوسرا میدان ذکر و روایت ہے۔ نامِ مبارک سن کر درود و سلام پڑھنا، حدیث بیان کرتے وقت توجہ و سکوت اختیار کرنا، سیرت کی مجلسوں میں وقار برقرار رکھنا اور مزاح یا بحث میں آپ ﷺ کی ذات کو موضوعِ تنقیص بنانے سے مکمل اجتناب کرنا اس میں شامل ہے۔ مسجدِ نبوی اور روضۂ اطہر کی زیارت کے آداب بھی علماء نے انہی نصوص سے اخذ کیے ہیں: حاضر ہوتے وقت سکون و وقار، آواز کی پستی، کثرت سے سلام پیش کرنا اور ہجوم میں دوسروں کو تکلیف نہ دینا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے آثار و مقامات اور مدینہ منورہ کی سرزمین کا عمومی احترام بھی اسی ادب کا حصہ سمجھا جاتا ہے، بشرطیکہ غلو اور غیر شرعی رسومات سے بچا جائے۔ واضح رہے کہ توہین و بے ادبی سے متعلق قانونی کارروائی صرف متعلقہ عدالتی اداروں کا اختیار ہے، فرد کا کام ادب کی تعلیم و تلقین ہے۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا مقام

امہات المؤمنین سے مراد نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات ہیں جن میں حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت میمونہ، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ، حضرت سودہ، حضرت ام حبیبہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہن سمیت تمام ازواج شامل ہیں۔ قرآن نے انہیں مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے (الاحزاب 33:6 کے مفہوم میں)، اس حیثیت سے ان کی حرمت و احترام ماں جیسی ہے اور آپ ﷺ کے بعد ان سے نکاح کی ہمیشہ کے لیے ممانعت بھی اسی آیت کی روشنی میں ثابت ہے۔ سورہ الاحزاب (33:32-33) میں ازواجِ نبوی کو خاص ہدایات دی گئیں کہ وہ عام عورتوں جیسی نہیں، انہیں تقویٰ، وقار اور حجاب کا خاص اہتمام رکھنا ہے؛ یہ آیات ان کے نمایاں مقام اور امت کے لیے نمونہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ امہات المؤمنین کی علمی خدمات بھی تاریخ کا روشن باب ہیں: حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا سے سینکڑوں احادیث و فقہی مسائل کی روایت ہوئی اور بڑے صحابہ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے، جبکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دانش مندی کے واقعات سیرت میں مشہور ہیں۔

امہات المؤمنین کے احترام کے شرعی احکام

ان کے احترام کے احکام کا خلاصہ چند نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے: (1) انہیں ماں کے درجے کا احترام دیا جائے، ان کے نام عزت سے لیے جائیں اور ان کے لیے رضی اللہ عنہا کہا جائے۔ (2) ان کی سیرت و فضائل کا مطالعہ کیا جائے اور ان سے منسوب غیر مستند یا توہین آمیز باتوں کو رد کیا جائے۔ (3) تاریخی و اختلافی واقعات میں ان کے بارے میں زبان کی سختی سے حفاظت کی جائے؛ کسی صحابیہ یا زوجۂ نبی کے بارے میں طعن و تشنیع شریعت کو پسند نہیں اور ایسے مباحث کی تحقیق اہلِ علم پر چھوڑی جائے۔ (4) ان کے بتائے ہوئے دینی مسائل کو سمجھنے میں ان کی روایات سے استفادہ کیا جائے۔ (5) گھریلو زندگی، پردے، صبر اور عبادت میں ان کی سیرت کو خواتین کے لیے خصوصاً اور پوری امت کے لیے عموماً نمونہ سمجھا جائے۔ یہ احترام بھی ماں ہونے کی حیثیت، رسول کی نسبت اور ان کی دینی خدمات، تینوں بنیادوں پر واجب الاعتبار ہے۔

جدول: ادب و احترام کے احکام کا خلاصہ

شعبہ	حکم / ادب	قرآنی بنیاد (مفہوم)
گفتگو کا ادب	آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرنا، ادب سے پکارنا	الحجرات 49:2-5، النور 24:63
تعظیم و توقیر	رسول کی عظمت دل میں رکھنا اور نصرت کرنا	الاعراف 7:157، الفتح 48:9
ذکر کا ادب	نام سن کر درود و سلام، مجلسِ سیرت کا وقار	الاحزاب 33:56
گھریلو حجاب کے آداب	ازواجِ نبی کے معاملات میں شرعی حدود کا لحاظ	الاحزاب 33:53
امہات المؤمنین	ماؤں جیسا احترام، نکاح کی دائمی ممانعت	الاحزاب 33:6

الاحزاب 33:32-33	ان کی خصوصی حیثیت و نمونہ ہونے کا اقرار	ازواج کی فضیلت

عصر حاضر میں ان احکام کی عملی اہمیت

آج کے دور میں ادب کے یہ احکام خاص طور پر متعلق ہو گئے ہیں۔ سوشل میڈیا پر گفتگو میں لاپروائی، اختلافی بحثوں میں سخت زبانی اور مزاح کے نام پر مقدسات کی بے حرمتی جیسے رجحانات کے مقابلے میں مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ زبان و قلم کا [illegible] کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو علمی انداز اپنائے، اور بچوں کو بچپن سے ادبِ رسول کی تربیت دے۔ اسی طرح امہات المؤمنین کی سیرت کو خواتین کی تعلیم و تربیت کا حصہ بنانا گھریلو زندگی کو سیرت کی روشنی سے مزین کرتا ہے۔ یاد رہے کہ ادب کا تقاضا محض جذبات نہیں بلکہ علم، وقار اور تحمل ہے؛ غیر مسلموں کے ساتھ مکالمے میں بھی یہی ادب اسلام کا بہترین تعارف ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ادب و احترام کے احکام قرآن میں صراحت سے آئے ہیں: آواز پست رکھنا (الحجرات 49:2-3)، ادب سے پکارنا (النور 24:63)، تعظیم و توقیر (الاعراف 7:157، الفتح 48:9) اور نام سن کر درود و سلام کہنا (الاحزاب 33:56) اس کے نمایاں پہلو ہیں۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن قرآن کی رو سے امت کی مائیں ہیں (الاحزاب 33:6)، ان کا احترام ماں جیسا ہے اور ان کی دینی و علمی خدمات امت کا سرمایہ ہیں۔ ان احکام پر عمل شخصیت میں وقار، زبان میں شائستگی اور معاشرے میں مقدسات کے احترام کی فضا پیدا کرتا ہے، اور یہی طرزِ عمل حقوقِ رسول کی ادائیگی کی خوبصورت ترین صورت ہے۔

سوال نمبر 4: آلِ رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و احترام کے احکام

سوال نمبر 4۔ آلِ رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و احترام کے احکام لکھیں۔ (20 نمبر)

تعارف

نبی کریم ﷺ سے نسبت رکھنے والے دو عظیم گروہ ایسے ہیں جن کی عظمت و احترام خود شریعت نے بیان کیا ہے: ایک آپ ﷺ کے اہلِ بیت و آل، اور دوسرے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ آل سے محبت ایمان کا تقاضا ہے کیونکہ وہ رسول کی قرابت و نسبت کا روشن عنوان ہیں، اور صحابہ کا احترام اس لیے ضروری ہے کہ وہی دین کے پہلے حامل، قرآن کے اولین سامعین اور سیرت کے زندہ گواہ ہیں۔ اس جواب میں پہلے آلِ رسول کے مفہوم و فضائل، پھر صحابہ کے مقام و فضائل، اور آخر میں دونوں کے احترام کے شرعی احکام بیان کیے جائیں گے۔ تاریخی اختلافی امور میں اہلِ سنت کا معتدل مؤقف واضح کیا جائے گا، اور اس سلسلے میں حتمی علمی رہنمائی اہلِ علم ہی سے لینے کی تلقین کی جائے گی۔

آلِ رسول سے مراد اور ان کی فضیلت

"آل" سے مراد کسی شخص کے اہل، خاندان اور قریبی متعلقین ہیں۔ آلِ رسول کی اصطلاح میں مفسرین و علماء نے کچھ وسعت بیان کی ہے: ایک قول کے مطابق اس سے مراد آپ ﷺ کے اہلِ بیت ہیں جن میں حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم اور آپ کی ازواج و اولاد شامل ہیں؛ ایک وسیع تر مفہوم میں بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب (جن پر صدقہ حرام ہے) بھی داخل کیے جاتے ہیں، اور بعض علماء نے امت کے متقی افراد کو بھی "آل" کے روحانی مفہوم میں شامل کیا ہے۔ درودِ ابراہیمی میں "آلِ محمد" پر صلاۃ بھیجنا ہر نماز کا حصہ ہے، جو آل کی عظمت کی روزمرہ یاد دہانی ہے۔ قرآن میں سورہ الاحزاب (33:33) میں اہلِ بیت کی طہارت کے ارادۂ الٰہی کا ذکر آیا ہے۔ احادیث میں حدیثِ ثقلین (صحیح مسلم کے مفہوم کے مطابق) میں آپ ﷺ نے کتاب اللہ اور اپنے اہلِ بیت (عترت) سے تمسک کی تلقین فرمائی، اور حدیثِ کساء (مسلم و ترمذی کے مفہوم میں) حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے لیے آپ کی خصوصی دعا و نسبت کو ظاہر کرتی ہے۔ حضرت حسن و حسین کو جنت کے نوجوانوں کا سردار قرار دینے (ترمذی کے مفہوم) جیسی فضائل بھی آل کی شان بیان کرتی ہیں۔

صحابہ کرام: تعریف اور مقام

"صحابی" کی اصطلاحی تعریف محدثین کے ہاں یہ ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی پر اس کا انتقال ہوا ہو، وہ صحابی ہے، خواہ صحبت طویل ہو یا مختصر۔ اس اعتبار سے صحابہ تین بڑے گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں: مہاجرین جو مکہ سے ہجرت کر کے آئے، انصار جو مدینہ کے میزبان و مددگار بنے، اور دیگر قبائل و اطراف سے آ کر اسلام قبول کرنے والے۔ قرآن نے صحابہ کے مقام کو غیر معمولی انداز میں بیان کیا ہے۔ سورہ التوبہ (9:100) کے مفہوم کے مطابق مہاجرین و انصار کے سابقین اولین سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اور ان کے لیے جنگی والی جنتوں کی بشارت ہے۔ سورہ الفتح (48:29) میں صحابہ کی صفات بیان ہوئی ہیں: کفار کے مقابلے میں مضبوط، آپس میں رحم دل، رکوع و سجود کی کثرت اور ان کے چہروں پر عبادت کے آثار؛ یہ وہی جماعت ہے جس کی مثال اگلی آسمانی کتابوں میں بھی دی گئی۔ سورہ الحشر (59:8-10) میں مہاجرین کی قربانیوں اور انصار کی ایثار پسندی کی تحریف کے ساتھ بعد میں آنے والوں کے لیے یہ دعا سکھائی گئی کہ وہ اپنے سے پہلے ایمان لانے والوں کے لیے مغفرت مانگیں اور اپنے دلوں میں ان کے لیے بغض نہ رکھیں۔ یہ آیت صحابہ کے احترام کا دائمی نصاب ہے۔

آل و صحابہ کے احترام کے شرعی احکام

عمومی احکام

دونوں گروہوں کے احترام کے مشترکہ احکام یہ ہیں: (1) ان سے قلبی محبت رکھنا اور ان کا ذکر عزت و اکرام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کہہ کر کرنا۔ (2) ان کی سیرت و خدمات کا مطالعہ کرنا اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرنا۔ (3) ان میں سے کسی کے بارے میں بھی بدگمانی، طعن یا سب و شتم سے مکمل پرہیز کرنا۔ (4) ان کے باہمی تاریخی اختلافات میں خود رائے قائم کرنے کے بجائے خاموشی و ادب اختیار کرنا یا مستند علماء کی تحقیق پر اعتماد کرنا۔ (5) ان کی قبور و آثار اور ان سے منسوب مقامات کا عمومی احترام برقرار رکھنا، غلو سے بچتے ہوئے۔ یہ احکام کسی گروہی عصبیت کی بنیاد نہیں بلکہ قرآن و سنت کی نصوص کا تقاضا ہیں۔

صحابہ کے بارے میں خصوصی احکام

صحابہ کے سلسلے میں بعض خصوصی ہدایات روایات میں آئی ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کی مشہور روایت کا مفہوم ہے کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو، کیونکہ ان کی معمولی خیرات بھی بعد والوں کی بڑی قربانیوں سے افضل درجہ رکھتی ہے۔ ایک اور مفہوم (بخاری و مسلم) یہ ہے کہ انصار سے محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض نفاق کی نشانی ہے۔ اہلِ سنت کا مسلک یہ ہے کہ تمام صحابہ عادل و قابلِ احترام ہیں، ان سے اجتہاد کے دور میں جو کچھ ہوا اسے اللہ کے سپرد کیا جائے، اور ان کی مجموعی زندگی کو دین کی خدمت و قربانی کی تاریخ سمجھا جائے۔ صحابہ کی تنقید سے اس لیے بھی بچنا چاہیے کہ دین ہم تک انہی کی امانت سے پہنچا ہے؛ راویوں پر طعن خود روایتِ دین کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

آلِ بیت کے بارے میں خصوصی احکام

آلِ بیت کے خصوصی احترام میں یہ امور شامل ہیں: درود میں آل پر صلاۃ کو اپنا معمول بنانا، اہلِ بیت کی سیرت (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عفت و سادگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم و شجاعت، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صلح پسند کردار اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حق پر استقامت) کو پڑھنا و اپنانا، ان کی طرف منسوب ہر بات کو تحقیق کے بغیر نہ پھیلانا، اور ان سے محبت کو کسی دوسرے صحابی کی تنقیص کا ذریعہ نہ بنانا۔ اہلِ سنت کا متوازن موقف یہی ہے کہ آل کی محبت اور صحابہ کا احترام ایک ساتھ جمع ہیں؛ کسی ایک کے حق میں دوسرے کی توہین شریعت کا مزاج نہیں۔

جدول: آلِ رسول اور صحابہ کرام — مقام و احترام کی صورتیں

پہلو	آلِ رسول / اہلِ بیت	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
قرآنی بنیاد	الاحزاب 33:33 (طہارتِ اہلِ بیت کا ذکر)	التوبہ 9:100، الفتح 48:29، الحشر 59:8-10
حدیثی بنیاد	حدیثِ ثقلین و کساء (مسلم، ترمذی کے مفاہیم)	صحابہ کو برا کہنے کی ممانعت (بخاری و مسلم)
عملی احترام	درود میں صلاۃ، سیرت کی پیروی	دفاعِ و احترام، ان کی روایات پر اعتماد

سب و شتم اور بدگمانی سے مکمل اجتناب	تنقیص یا غلو، دونوں سے پرہیز	ممنوع رویہ
دین کے اولین حاملین، راوی و گواہ	رسول کی قرابت و سیرت کا خاندانی نمونہ	امت کے لیے کردار

اختلافی تاریخی واقعات میں معتدل رویہ

صحابہ کے درمیان پیش آنے والے بعض تاریخی واقعات صدیوں سے بحث کا موضوع رہے ہیں۔ ایک عام مسلمان اور طالب علم کے لیے شرعی ادب کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ان واقعات میں فریق بننے کے بجائے یہ اصول اپنائے: سب صحابہ کی نیتوں کو اللہ کے سپرد کرنا، مستند تاریخ و علمی تحقیق پڑھنا، سوشل میڈیا کی غیر مستند معلومات پر فیصلہ نہ کرنا، اور کسی کی اہانت پر مبنی مواد کو آگے نہ بڑھانا۔ علماء نے اس رویے کو "اہلِ سنت کی سلامتی کا راستہ" قرار دیا ہے۔ یہ رویہ امت کے اتحاد کی حفاظت کرتا ہے اور فرد کو فتنے سے بچاتا ہے۔ اس گائیڈ میں ان واقعات کی تفصیل مقصود نہیں؛ مقصود صرف احترام کے احکام اور اس کا صحیح طریقہ واضح کرنا ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ آلِ رسول سے مراد نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت و خاندان ہیں جن کی فضیلت قرآن (الاحزاب 33:33) اور احادیث (ثقلین و کساء) میں بیان ہوئی اور درودِ ابراہیمی ان کی عظمت کی دائمی یادگاری ہے۔ صحابہ کرام وہ عظیم جماعت ہے جس کی رضامندیِ الٰہی، قربانیوں اور ایثار کی گواہی خود قرآن (التوبہ 9:100، الحشر 59:8-10) نے دی ہے۔ دونوں کے احترام کے احکام کا خلاصہ محبت، ذکرِ خیر، سیرت کی پیروی، طعن و سب سے پرہیز اور اختلافی امور میں اہلِ علم پر اعتماد ہے۔ جو مسلمان اس توازن کو برقرار رکھتا ہے وہ سنت کے راستے پر رہتا ہے اور امت کی وحدت کا محافظ بھی بنتا ہے۔

سوال نمبر 5: تحفظِ ناموسِ رسالت — مفہوم اور عالمِ اسلام کی ذمہ داریاں

سوال نمبر 5۔ تحفظِ ناموسِ رسالت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اس حوالے سے عالمِ اسلام کی ذمہ داریوں کی وضاحت کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

تحفظِ ناموسِ رسالت عصرِ حاضر کے حساس ترین اور اہم ترین موضوعات میں سے ہے۔ ہر مسلمان کے دل میں نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت کا جذبہ فطری طور پر موجود ہے، اور وقتاً فوقتاً پیش آنے والے توہین آمیز واقعات اس جذبے کو آزمائش میں ڈالتے ہیں۔ اس جذبے کی شرعی حیثیت، اس کے صحیح ذرائع اور عالمِ اسلام کی اجتماعی ذمہ داریاں سمجھنا آج کے طالب علم کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس مضمون میں پہلے ناموس و تحفظِ ناموسِ رسالت کا مفہوم بیان کیا جائے گا، پھر اس کی شرعی و قانونی بنیادوں کا تعلیمی جائزہ پیش کیا جائے گا، اور آخر میں فرد، علماء، ریاستوں اور عالمی اداروں کی ذمہ داریاں واضح کی جائیں گی۔ ابتدا ہی میں یہ اصولی بات واضح کر دی جائے کہ اس موضوع سے متعلق کسی بھی حکم یا قانون کا اطلاق عدالتوں اور ریاست کا اختیار ہے؛ اس گائیڈ کا مقصد صرف تعلیمی وضاحت ہے۔

ناموس اور تحفظِ ناموسِ رسالت کا مفہوم

"ناموس" عربی الاصل لفظ ہے جس کے معنی ہیں: عزت، حرمت، آبرو اور وہ شے جس کی حفاظت انسان اپنا فریضہ سمجھے۔ فقہی و دینی ادب میں "ناموسِ رسالت" سے مراد نبی کریم ﷺ کی عظمت، حرمت اور وہ مقام ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا۔ "تحفظِ ناموسِ رسالت" کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عزت و حرمت کی حفاظت کے لیے شریعت و قانون کے دائرے میں رہ کر وہ تمام علمی، اخلاقی، قانونی اور سفارتی ذرائع اختیار کیے جائیں جن سے توہین و بے ادبی کی روک تھام ہو، آپ کی سیرت کا درست تعارف عام ہو، اور معاشرے میں مقدسات کے احترام کی فضا قائم رہے۔ اس مفہوم میں دو پہلو نمایاں ہیں: منفی پہلو یہ کہ توہین کی روک تھام ہو، اور مثبت پہلو یہ کہ سیرت کی خوبصورتی دنیا کے سامنے آئے۔ درحقیقت مثبت پہلو ہی دیرپا تحفظ کی اصل بنیاد ہے، کیونکہ جہالت ہی توہین کی جڑ ہوتی ہے۔

شرعی بنیادیں

تحفظِ ناموس کی شرعی بنیادیں وہی نصوص ہیں جن میں رسول کی تعظیم، توقیر اور نصرت کا حکم آیا ہے۔ سورہ الفتح (48:9) کے مفہوم میں ایمان کے ساتھ رسول کی تعزیر و توقیر کو مومن کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ سورہ الاعراف (7:157) میں ایمان والوں کی صفات میں رسول کی تعظیم و نصرت گنوائی گئی ہے۔ سورہ الاحزاب (33:57) میں اللہ

ور سول کو ایذا دینے والوں کے لیے دنیا و آخرت میں سخت انجام کی وعید سنائی گئی ہے؛ مفسرین نے اسے اس بات کی دلیل قرار دیا ہے کہ رسول کی ایذا رسانی و توہین شرعاً انتہائی سنگین معاملہ ہے۔ ساتھ ہی قرآن نے ردِ عمل کا طریقہ بھی سکھایا ہے: حکمت و موعظۂ حسنہ سے دعوت (النحل 16:125 کے مفہوم میں) اور جاہلوں کی لغو باتوں سے سلام کہہ کر کنارہ کشی (الفرقان 25:63 کے مفہوم میں)۔ فقہا نے توہینِ رسالت کے اعتقادی و قانونی پہلوؤں پر مفصل کتب لکھی ہیں، تاہم کسی واقعے پر حکم کا اطلاق و تعین ہر دور میں اہلِ علم و قضا ہی کا کام رہا ہے۔

پاکستان میں قانونی فریم ورک: ایک تعلیمی جائزہ

پاکستان میں تحفظِ ناموسِ رسالت کو آئینی و قانونی تحفظ حاصل ہے۔ آئینِ پاکستان اسلام کو ریاستی مذہب قرار دیتا ہے اور اس میں قرآن و سنت کے خلاف قانون سازی کی ممانعت جیسی دفعات موجود ہیں۔ تعزیراتِ پاکستان میں توہینِ مذہب سے متعلق دفعات (مثلاً دفعہ 295 کی ذیلی دفعات) شامل ہیں جن کا مقصد مذہبی حرمتوں اور معاشرتی امن کی حفاظت ہے۔ تعلیمی نکتۂ نظر سے ان قوانین کو سمجھنے کے ساتھ یہ اصول سمجھنا بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ قانون کا نفاذ عدالتی عمل کے ذریعے ہوتا ہے: الزام کی تحقیق، شواہد کی جانچ، صفائی کا موقع اور فیصلہ، یہ سب عدالت کا دائرہ ہے۔ قانون کو ہاتھ میں لینا، ہجوم کی کارروائی یا بے گناہوں کو نقصان پہنچانا خود قانون و شریعت دونوں کے خلاف ہے، علماء و ریاست نے بارہا اس کی وضاحت کی ہے، اور ایسے واقعات ناموسِ رسالت کے مقصد کو بھی نقصان پہنچاتے اور اسلام کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں۔ لہٰذا تحفظ کا صحیح راستہ قانون، علم اور حکمت کا راستہ ہے۔

جدول: تحفظِ ناموسِ رسالت — سطح وار ذمہ داریاں

سطح	ذمہ داریاں	ذریعہ
فرد	سیرت کا علم، ذمہ دارانہ ردِ عمل، قانون کی پابندی	مطالعہ، سوشل میڈیا کا مثبت استعمال
علماء و اساتذہ	علمی رہنمائی، جذباتی انتہا سے بچانا، تحقیق	خطبات، کتب، سیمینار، میڈیا مکالمہ

مضامین، ڈاکومینٹری، مترجم سیرت ادب	درست تعارف، غلط معلومات کا مدلل جواب	میڈیا و اہلِ قلم
عدالتیں، قانون ساز ادارے	قانون کا منصفانہ نفاذ، امن کی حفاظت	ریاست و عدلیہ
اقوامِ متحدہ و بین الاقوامی نورم	مشترکہ سفارتی موقف، عالمی قوانین میں مکالمہ	مسلم ممالک و او آئی سی

عالمِ اسلام کی ذمہ داریاں

معرفتی و تعلیمی ذمہ داری

سب سے پہلی ذمہ داری سیرت کی معرفت پھیلانا ہے۔ توہین کے اکثر واقعات جہالت یا تعصب کا نتیجہ ہوتے ہیں؛ لہٰذا سیرت کا مستند تعارف بڑی زبانوں میں معیاری انداز سے ملے تو غلط فہمیوں کی بنیاد کمزور ہو جائے گی۔ اس کے لیے جامعات میں سیرت چیئرز، تراجم کے منصوبے، بچوں کے لیے سیرت ادب اور ڈیجیٹل پلیٹ فارم کا بھرپور استعمال ضروری ہے۔ مسلمانوں کی اپنی نئی نسل کو بھی سیرت سے جوڑنا اسی ذمہ داری کا حصہ ہے تاکہ وہ ردِ عمل کے بجائے تعارف کے قابل ہو۔

اخلاقی و عملی ذمہ داری

دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ مسلمان اپنے کردار سے سیرت کی گواہی دیں۔ جب مسلمان ممالک میں عدل، دیانت اور انسانی خدمت کا نظام مضبوط ہو گا تو اسلام کا وقار خود بخود بڑھے گا۔ اس کے برعکس داخلی ظلم، کرپشن اور باہمی انتشار ناموسِ رسالت کے عالمی وقار کو کمزور کرتے ہیں۔ اسی لیے اہلِ علم تحفظِ ناموس کا آغاز خود احتسابی سے قرار دیتے ہیں۔

قانونی و سفارتی ذمہ داری

تیسری ذمہ داری بین الاقوامی سطح پر مربوط، پرامن اور قانونی کوشش ہے۔ او آئی سی اور مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ اقوامِ متحدہ سمیت عالمی فورموں پر اظہارِ رائے کی آزادی اور مذہبی جذبات کے احترام کے درمیان توازن کا اصول صفحہ تسلسل سے پیش کریں، مذاہب کی توہین کے خلاف عالمی اتفاقِ رائے کی کوشش کریں، اور کسی واقعے کی صورت میں سفارتی و قانونی راستے فوری و مؤثر انداز میں اختیار کریں۔ عوامی سطح پر بھی پرامن احتجاج اور قانونی چارہ جوئی ہی وہ راستے ہیں جو مقصد بھی حاصل کرتے ہیں اور ملک و ملت کو نقصان سے بھی بچاتے ہیں۔

ابلاغی ذمہ داری

چوتھی ذمہ داری جدید ابلاغ کا درست استعمال ہے۔ سوشل میڈیا پر غیر مصدقہ خبریں پھیلانے، اشتعال انگیز مواد کو فارورڈ کرنے یا نفرت انگیز زبان استعمال کرنے کے بجائے مسلمانوں کو چاہیے کہ مستند معلومات، مہذب لہجہ اور سیرت کی مثبت کہانیاں عام کریں۔ ہر مسلمان آج ایک میڈیا ورکر ہے؛ اس کی ایک پوسٹ یا تو ناموسِ رسالت کی خدمت کرتی ہے یا نادانستگی میں اسے نقصان پہنچاتی ہے۔ اس شعور کی بیداری آج کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ ناموسِ رسالت سے مراد نبی کریم ﷺ کی الٰہی عطا کردہ حرمت و عظمت ہے اور اس کے تحفظ کا مفہوم شریعت و قانون کے دائرے میں علمی، اخلاقی، قانونی و سفارتی ذرائع سے اس حرمت کی حفاظت کرنا ہے۔ اس کی شرعی بنیادیں تعظیم و نصرتِ رسول کے نصوص (الفتح 48:9، الاعراف 7:157، الاحزاب 33:57) ہیں اور پاکستان میں اسے آئینی و قانونی فریم ورک بھی حاصل ہے، جس کا اطلاق صرف عدالتیں و ریاست کرتی ہیں۔ عالمِ اسلام کی ذمہ داریاں یہ ہیں کہ سیرت کی معرفت دنیا بھر میں پھیلائے، اپنے کردار و نظام کو سیرت کا نمونہ بنائے، بین الاقوامی سطح پر پرامن و قانونی سفارتی کوشش جاری رکھے اور ابلاغی میدان میں ذمہ داری کا مظاہرہ کرے۔ جذبے کو علم و حکمت سے جوڑنا ہی تحفظِ ناموسِ رسالت کا صحیح، شرعی اور مؤثر راستہ ہے۔